فون اور فیکس کی شرعی حیثیت

قاضی فضل احمد مصباحی، جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس

فقہی مسائل میں غور وفکر کا سلسلہ قرونِ اولیٰ سے چلا آ رہا ہے، جن مسائل میں قرآن و سنت کے اندر کوئی نص صریح نہیں ہے ان مسائل میں قرآن وسنت ہی کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق احکامِ شرعیہ معلوم کرنے کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زریں ہدایت نامہ دیا ہے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے مختلف زمانوں میں علماء امت کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ نئے پیش آنے والے مسائل میں غور وفکر کے بعد کوئی فیصلہ فرماتے تھے۔

یوں تو زندگی ہر دم رواں دواں ہے اور ہر نیا زمانہ اپنے ساتھ نئے مسائل اور نئے حالات لے کر آتا ہے، لیکن خاص طور سے مشین و آلات کی ایجاد کے بعد سے حالات نے جو پلٹا کھایا ہے اس سے زندگی کا کوئی گوشہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اس نے انسانی زندگی کے ہر ہر شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور ہر علم وفن میں نئے مسائل پیدا کر کے تحقیق وتفتیش کے نئے میدان کھولے ہیں اس ضمن میں ایسے بے شمار فقہی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا صریح حکم قرآن وسنت یا فقہائے امت کے کلام میں موجود نہیں اور ان کا صحیح حل تلاش کرنے کے لئے فقہ کے مسلمہ اصول وضوابط کی روشنی میں تحقیق ونظر کی ضرورت ہے۔

آج کے دور میں چاند کا مسئلہ پوری ملت اسلامیہ پر جس طرح اثر انداز ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی نفاق وشقاق کی جو بنیاد پڑ گئی ہے وہ یقیناً قابل افسوس ہونے کے ساتھ قابل توجہ بھی ہے۔ اس سلسلہ میں عوام کا تو کہنا ہی کیا ہمارے بیشتر پڑھے لکھے لوگ بھی کچھ کم ذمہ دار نہیں، جنہوں نے سنجیدگی کے ساتھ مسئلہ کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنے اور ان کی ذہن سازی کی بجائے اس میدان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے دھن میں شرعی واخلاقی حدود کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی ہے۔ لہٰذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ طبیعت کو شریعت کے موافق بنایا جائے۔ الحمدللہ ذہن سازی کے بڑے اچھے اور خوشگوار نتائج سامنے آئے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت لوگوں میں اب وہ جلد بازی دیکھنے میں نہیں آتی جو کبھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر سنتے اور دیکھتے ہی

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

ان کے بے قابو ہو جانے کی صورت میں سامنے آتی تھی۔

رمضان وعید کے موقع پر ہر سال لوگوں کے درمیان خصوصیت کے ساتھ یہ دو سوال موضوع بحث بن جاتے ہیں۔

۱۔ متعدد جگہ سے ملی فون کی خبر کو کچھ شرائط و قیود کے ساتھ استفاضہ کا درجہ دے کر اس سے چاند کا ثبوت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ فیکس کو کتاب القاضی الی القاضی کی حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟

نیز کتاب القاضی الی القاضی میں گواہوں کی شرط کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ اگر گواہوں کے بغیر قاضی کو خط پر اعتماد ہو جائے تو وہ عید وافطار کا حکم کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ کسی خط کو بعینہٖ نقل کر لیا جائے، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر بلا گواہوں کے قاضی کا خط کیوں کر معتبر نہ ہوگا؟

یہ دو ابھرتے ہوئے ایسے مسائل ہیں جو صرف علماء کے مابین بحث کا موضوع نہیں بنتے بلکہ دنیاوی تعلیم سے تعلق رکھنے والوں کا ایک طبقہ بھی ان مسائل سے خاصی دلچسپی رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً اپنے ذاتی رجحان کا اظہار بھی کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ آج کی اس مختصر سی نشست میں انہیں مسائل پر شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں کچھ گفتگو کی جائے تاکہ لوگوں کے نزدیک مسئلہ کی صحیح تصویر واضح ہو کر سامنے آ جائے۔

فقہاء نے چاند کی رویت کے ثبوت کے جو سات طریقے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) شہادت علی الرویۃ (۲) شہادۃ علی الشہادت (۳) شہادت علی القضاء (۴) کتاب القاضی الی القاضی (۵) استفاضۂ خبر (۶) اکمال عدت (یعنی تیس دن کی گنتی پوری کر لینا (۷) توپوں کی آواز۔

غور فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فون اور فیکس میں نہ تو شہادت علی الرویۃ ہے نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی القضاء، نہ کتاب القاضی الی القاضی، نہ استفاضۂ خبر (جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آئے گی) اور نہ ہی یہ توپوں کی آواز کی طرح ہے۔ پھر ان ذرائع سے وصول شدہ خبر محض کو عید کے چاند کے لئے کیسے معتبر قرار دیا جاسکتا ہے، جن میں خبر نہیں بلکہ شہادت شرعی درکار ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے ٹیلی فون اور فیکس کے خبر کی قدرے وضاحت پیش کی جارہی ہے تاکہ یہ بات پورے طور پر واضح ہو سکے کہ ٹیلی فون اور فیکس کو چاند کے ثبوت میں واقعی شرعاً کوئی دخل نہیں ہے۔

ٹیلی فون:

ٹیلی فون کی خبر چاند کے ثبوت کے لئے اس لئے معتبر نہیں کہ اس میں بات کرنے والا شخص مجہول ہے اور اگر بولنے والا اپنا نام اور پتہ بتا دے جب بھی یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی معروف شخص ہے اور نہ ایسی آواز پر احکام شرعیہ کی بنا ہوسکتی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

"ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشھد الاحتمال ان یکون غیرہ اذا النغمۃ تشبہ النغمۃ۔" (عالمگیری، ج ۳، ص ۳۰۳)

اگر پردہ کے پیچھے سے آواز سنی تو اسے شہادت دینے کا حق نہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ کسی دوسرے کی آواز ہو، کیوں کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔

ہدایہ میں ہے:

"ولو سمع من وراء الحجاب لا يجوز له' ان يشهد ولو فسر للقاضى لا يقبله' لان النغمة تشبه النغمة فلم يحصل العلم."

(ہدایہ، ج ۳، ص ۱۵۷)

اگر پردہ سے کوئی آواز سنی تو اس کی شہادت دینی جائز نہیں اور اگر قاضی سے ظاہر کرے تو وہ قبول نہ کرے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے لہٰذا اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔

تو ثابت ہوا کہ فون سے جو خبر موصول ہو اس پر اعتماد جائز نہیں۔ فون کی خبر کو خبر مستفیض قرار ہی نہیں دیا جا سکتا۔ شرائط و قیود تو دور کی بات ہے۔ اس لئے کہ خبر استفاضہ خبر متواتر کے حکم میں ہوتا ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے:

"هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعى عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبيناً على حكم حاكمهم الشرعى فكانت تلك الشهادة (و فيه ايضاً) قال الرحمتى معنى الاستفاضة ان تأتى من تلك البلدة

جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رويته". (ردالمحتار، ج۲،ص ۹۷)

یہ استفاضہ نہ تو اس میں قاضی کے قضاء پر شہادت ہے، نہ شہادت پر شہادت، لیکن استفاضہ جب خبر متواتر کے منزلہ میں ہے اور یہ ثابت ہوگیا کہ اس شہر والوں نے فلاں دن روزہ رکھا تو اس خبر پر عمل اس لئے لازم ہوا کہ شہر حاکم شرع سے عادۃً خالی نہیں ہوتا تو بالضرور ان کا روزہ حاکم شرع کے حکم پر مبنی ہوگا تو یہ استفاضہ حکم مذکور کے نقل کے مانند ہوگیا۔ اور یہ شہادت سے زیادہ قوی ہے علامہ رحمتی نے استفاضہ کا معنی یہ بیان کیا کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ان میں سے ہر ایک اس شہر والوں کی طرف سے یہ خبر دے کہ ان لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا۔

اب ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ (اولاً) جب خبر استفاضہ خبر متواتر کے حکم میں ہے تو اس میں متعدد جماعتوں کا بیک زبان خبر دینا ضروری ہے، جب کہ فون میں متعدد جماعتیں بیک زبان ہوکر خبر نہیں دے سکتیں۔ لہٰذا فون کی خبر کو خبر استفاضہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ امام اہل سنت خبر استفاضہ کے تعلق سے رقم طراز ہیں۔

"وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہرسے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔" (فتاویٰ رضوی، ج ۴،ص ۵۶۲)

(ثانیاً) اس بات کا احتمال قوی ہے کہ دو چار دس آدمی آپس میں طے کرلیں اور فون پر رہ رہ کر اس طرح کی خبر دیتے رہیں، جس سے یہ گمان ہو کہ پچاس ساٹھ آدمی کی طرف سے بدل بدل کر فون آرہا ہے، اسکے برخلاف جب خبر دینے والا سامنے موجود ہوگا تو اس بات کا احتمال ختم ہو جائیگا۔ لہٰذا فون کی خبر پر کسی طرح یقین شرعی حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ خبر استفاضہ کے قائم مقام ہو سکے۔

(ثالثاً) خبر استفاضہ میں متعدد جماعتوں کا آنا ضروری ہے نہ کہ صرف متعدد آواز کا آنا۔

☆ قال الشافعي رحمه الله تعالى : الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفه فى الفقه ☆

(رابعاً) دیوار کے پیچھے سے پچاس آدمی خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے تو کیا اسے استفاضہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ ابھی عالمگیری اور ہدایہ کے حوالہ سے گزرا کہ دیوار کے پیچھے سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی۔ فون کی حالت تو اس سے بھی گئی گزری ہے کہ وہاں اکٹھے پچاس آدمی تو دور کی بات دو آدمی بھی واضح طور پر بات نہیں کر سکتے تو ثابت ہو گیا کہ فون سے موصول ہونے والی خبر کسی حیثیت سے بھی باب ثبوت رویت ہلال میں معتبر نہیں ہو سکتی۔

فیکس:

جس طرح فون باب ہلال میں غیر معتبر ہے، اسی طرح فیکس بھی۔ فیکس کو کتاب القاضی الی القاضی کی حیثیت اس لئے نہیں دی جا سکتی کہ کتاب القاضی الی القاضی میں یہ ضروری ہے کہ ایک قاضی اپنے نام و پتہ کے ساتھ دوسرے شہر کے قاضی کے نام یہ خط تحریر کر کے کہ میرے سامنے فلاں بن فلاں اور فلاں نے فلاں دن کی شام کو فلاں ماہ کے چاند دیکھنے کی شہادتیں دیں جن کی بناء پر میں نے ثبوت ہلال کا حکم دیا اور خط کا یہ مضمون دو عادلوں کو سنا کر لفافہ میں بند کر دے اور ان کے سامنے ہی سربمہر کرے اور انہیں اس خط پر گواہ بنا کر ان سے کہے کہ میرا یہ خط فلاں شہر کے قاضی کے نام ہے۔ ہر دو گواہان اس سربمہر خط کو غایت احتیاط کے ساتھ اس دوسرے قاضی کے پاس لائیں اور مجلس قضا ہی میں سربمہر ان کے حوالہ کریں اور یہ شہادت ادا کریں کہ آپ کے نام یہ فلاں قاضی کا خط، اس نے ہمیں اس خط کا مضمون سنا کر گواہ کیا اور ہمارے سامنے ہی اس کو لفافہ میں بند کیا اور سربمہر کیا، یہ خط اسی قاضی کا ہے اور اس کا یہ مضمون ہے، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی صاحب درمختار رقمطراز ہیں۔

> "القاضی یکتب الی القاضی بحکمه و ان لم یحکم کتب الشهادة لیحکم المکتوب الیه بها علی رأیه و قرأ الکتاب علیهم بما فیه و ختم عند هم وسلم الیهم بعد کتابة عنوانه و هو ان یکتب فیه اسمه و اسم المکتوب الیه و شهر تهما واکتفی الثانی بان یشهدهم انه کتابه و علیه الفتویٰ اه ملخصاً. (درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج ۴، ص ۳۶۵)

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

قاضی دوسرے قاضی کی طرف اپنا حکم لکھے اور اگر حکم نہیں دیا تھا تو شہادت لکھے تاکہ مکتوب الیہ قاضی اس گواہی پر اپنی رائے سے حکم کرے اور لکھنے والا قاضی ان گواہوں کے سامنے وہ مکتوب پڑھے یا انہیں اس کے مضمون پر مطلع کرے اور اپنی مہر لگائے اور اس پر اپنا نام اور مکتوب الیہ اور نام اور مشہور خطابات لکھنے کے بعد گواہوں کو سپرد کرے اور امام اور مکتوب الیہ کا نام اور مشہور خطابات لکھنے کے بعد گواہوں کو سپرد کرے اور امام ابو یوسف نے اتنا ہی کافی قرار دیا کہ وہ قاضی گواہوں کو اس پر شاہد بنائے کہ وہ اسی کا مکتوب ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔

جب کتاب القاضی الی القاضی میں یہ بھی ہے کہ قاضی اپنا مکتوب گواہوں کو سنا کر اسی کے سامنے سربمہر کر کے ان کے حوالہ کرے، پھر یہ گواہاں اسی طرح دوسرے قاضی کے پاس ادائے شہادت کرتے ہوئے خط حوالہ کریں تو فیکس جس میں نہ تو کسی کو گواہ بنایا گیا اور نہ کسی گواہ کے حوالہ کیا گیا اور نہ خط کو سربمہر کیا گیا تو کتاب القاضی الی القاضی کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے۔ فیکس کیا ہے؟ ایک کھلا خط ہے اور خط کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ اشباہ میں ہے۔

لا یعتمد علی الخط : خط پر اعتماد جائز نہیں۔ شامی، ج ۴، ص ۳۵۴۔ میں ہے۔ **لان الخط مما یزور.** اس لئے کہ خط ان میں سے ہے جسے گھڑ کر تیار کرلیا جاتا ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> **یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صارحجة فی المعاملات لکن انما یقبله' القاضی المکتوب الیه عند الوجود الشرائط ومن جملة الشرائط البینة.**" (عالمگیری، ج ۳، ص ۱۷۲)
>
> یہ جاننا ضروری ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی معاملات میں شرعاً حجت ہے لیکن مکتوب الیہ قاضی شرائط کے پائے جانے کے وقت اسے قبول کرے گا اور منجملہ اس کے شرائط میں سے گواہ کا ہونا ہے

کتاب القاضی الی القاضی میں دو گواہوں کی شرط بنیادی ہے، اس کی وجہ اس بات کا ظن غالب حاصل کرنا ہے کہ یہ خط اسی قاضی مرسل کا ہے۔ اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں تزویر (جھوٹ، مکر و فریب) کا قوی احتمال موجود رہے گا تو ظن غالب جو فقہیات میں ملحق بالیقین ہے وہ حاصل نہیں ہو پائے گا۔ چنانچہ امام اہلسنت رقم طراز ہیں۔

☆ قال الامام الشافعی رحمه الله تعالی : امن الناس علیّ فی الفقه محمد بن حسن ☆

''بغیر اس کے (بغیر گواہ کے) اگر خط ڈاک میں ڈال دیا۔ یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگر چہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور اس کے محکمہ کی قضاء کی مہر بھی لگی ہو۔''

(فتاویٰ رضوی، ج ۴، ص ۵۵۲)

ذرا غور وفکر کرنے کی بات ہے کہ قاضی اپنے خاص آدمی کے ہاتھ خط بھیجے، جس پر اس کی اور اس کے محکمہ کی مہر بھی لگی ہو اور مکتوب الیہ قاضی کو یک گونہ اطمینان بھی ہو کہ یہ خط فلاں شہر کے قاضی کا ہے، اس کے باوجود وہ خط معتبر نہیں۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر مکتوب الیہ قاضی کو کسی دوسرے طریقہ سے ظن غالب حاصل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر اس کے باوجود گواہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ظن معتبر نہ ہوسکا۔ مکتوبہ الیہ قاضی کو اگر واقعی گواہوں کے بغیر ظن غالب ہو بھی جائے تو وہ ظن شرعی نہیں بلکہ عرفی ہوگا۔ اور اعتبار ظن شرعی کا ہے نہ کہ ظن عرفی کا۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اور یہ زعم کہ ہم کو یقین ہو گیا صحیح نہیں، یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۶۴)

علاوہ ازیں جہاں تک قاضی کو ظن غالب حاصل ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ کتاب القاضی الی القاضی ہی پر کہاں موقوف ہے۔ قاضی کو یوں ہی کسی آدمی کی خبر پر ظن غالب ہو جائے تو کیا وہ ظن بھی معتبر ہو گا؟ اور کیا قاضی کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ لوگوں کو عید و افطار کا حکم دے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ مسئلہ تو یہاں تک ہے کہ اگر حاکم وقت تنہا خود چاند دیکھے تو وہ عید کا اعلان نہیں کرسکتا بلکہ وہ اپنا نائب مقرر کر کے اس سامنے گواہی دے گا، پھر نائب شرعی حدود کے دائرہ میں جو فیصلہ اور حکم صادر کرے اسی پر عمل ہوگا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

ولو رأه الحاكم وحده خير في الصوم بين نصب شاهد و بين امرهم بالصوم بخلاف العيد كما في الجوهرة

(درمختار علی ہامش ردالمختار، ج ۲، ص ۹۱)

حاکم اگر تنہا چاند دیکھے تو روزہ میں حاکم کو اختیار ہے کہ یا تو لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دے یا کسی ایسے شخص کو اپنا نائب مقرر کرے جس کے پاس یہ خود گواہی دے سکے۔ البتہ عید کے چاند میں حاکم کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو افطار کا حکم ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

کاتب القاضی الی القاضی میں چونکہ الزام ہے یعنی یہ حکم کے لئے معزم (حکم کو لازم کرنے والا) ہے اس لئے اس میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اور اس میں گواہوں کی شرط کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے۔ اور جہاں تک خط کو بعینہٖ نقل کرنے یا نہ کرنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں یہ بات واضح ہے کہ کسی مضمون کو بعینہٖ نقل کر لینا ممکن تو ہے۔ تاہم کسی تحریر کو بعینہٖ اس طرح نقل کر لینا کہ شوشہ گوشہ کا بھی فرق نہ رہے یہ تقریباً عادۃً ناممکن ہے۔ لیکن جہاں علماء یہ فرماتے ہیں کہ خط کا اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ وہاں ان کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ حرف حرف، سطر سطر شوشہ گوشہ ہر ایک میں کلی طور پر مشابہت پائی جاتی ہے اور نہ ہی خط کے غیر معتبر ہونے کے لئے اس قدر مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور نہ ہی خط کے غیر معتبر ہونے کے لئے اس قدر مشابہت کا پایا جانا ضروری ہے، نفس مضمون اور رسم الخط میں جزئی مشابہت ہی خط کے غیر معتبر ہونے کے لئے کافی ہے۔ جب قاضی کا خط بغیر گواہوں کے معتبر نہیں تو ایرے غیرے کی خط کا کیا اعتبار۔ امام اہل سنت سے زیادہ آج کوئی محقق نہیں، خط کے تعلق سے وہ خود رقمطراز ہیں۔

> ''ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے کہ حاکم شرع کا خاص مہری دستخطی، خط جس پر خود اس کی اور محکمہ دار القضاء کی مہر لگی ہو اور اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے ہرگز بغیر دو شاہدان عادل کے جنہیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں انہوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو مقبول نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۵۷)

علاوہ ازیں فیکس میں اصل تحریر نہیں پہنچتی بلکہ اس کا عکس پہنچتا ہے، اور کسی بھی تحریر کے عکس پر اصل جیسا حکم نافذ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً قضاء وغیرہ کے معاملات میں۔ جب دنیا کی کچہری عکس کو اصل کی طرح نہیں مانتی تو دینی عدالت اسے کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟ الحاصل! فون اور فیکس سے حاصل شدہ کو خبر پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ افطار کر لینا اور نماز عید ادا کر لینی ہرگز ہرگز درست نہیں۔

نوٹ: مندرجہ بالا موقف قاضی فضل احمد مصباحی اور بعض دیگر اہل علم کا ہے لیکن فی زمانہ فون اور فیکس پر دنیا کے بڑے بڑے سودے ہوتے ہیں اور انہیں قبول کیا جاتا ہے۔ لہٰذا درج بالا احکام میں حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے گنجائش ہونی چاہئے۔ اہل علم کی اس پر آراء کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ (مدیر)